ریاض الصالحین
RIAD AL SALIHEEN
مرکز ریاض الصالحین لتحفیظ القرآن الکریم
RIAD ALSALIHEEN QURAN LEARING CENTRE

روزوں کے متعلق اہم سوال وجواب

محترم امام عبد العزیز بن عبداللہ بن باز
اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على عبده ورسوله محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين.

أما بعد،

س 1: کن لوگوں پر رمضان کے روزے فرض ہیں؟ رمضان کے روزے اور نفلی روزے کا کیا فضل ہے؟

جواب: رمضان کے روزے ہر مکلف مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں۔ اور مستحب ہے کہ جو بچہ سات سال یا اس سے زیادہ کا ہو اور روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ بھی روزہ رکھے۔ اور والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو روزے رکھنے کا حکم دیں، جیسے وہ انہیں نماز کا حکم دیتے ہیں۔ اور اصل یہی ہے کہ اگر وہ روزے کی طاقت رکھتے ہوں تو ان کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی جائے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة: 183-184)، **ترجمہ:** "اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو ، گنتی کے چند دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پورا کرلے۔" یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ﴾ (البقرة: 185)، **ترجمہ:** "ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا (ا) جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اور روزہ رکھنا چاہیے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔"، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: **اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا۔**"(متفق علیہ)

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ، جب جبرائیل علیہ السلام نے ان سے اسلام کے بارے میں پوچھا:آپ ﷺ نے فرمایا" :**اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔" (مسلم)**

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں **ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ** سے مروی ہے کہ **نبی کریم ﷺ** نے فرمایا:

"جو شخص ایمان اور اجر کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

اور نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، سوائے روزے کے، وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ اپنی خواہشات، کھانے اور پینے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی جب وہ افطار کرتا ہے، اور دوسری خوشی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔" (متفق علیہ)

رمضان کے روزے کی فضیلت اور نفلی روزں کي فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے

سوال 2 : کیا ممیز (سمجھدار) بچے کو روزے رکھنے کا حکم دیا جائے گا؟ اور اگر وہ روزے کی حالت میں بالغ ہو جائے تو کیا اس کا روزہ اس کے فرض روزے کے طور پر شمار ہوگا؟

جواب: پہلے سوال کے جواب میں گزر چکا ہے کہ جب بچے اور بچیاں سات سال یا اس سے زیادہ عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں روزے رکھنے کا حکم دیا جائے تاکہ وہ اس کے عادی ہو جائیں اور ان کے سرپرستوں (والدین یا اولیاء) پر لازم ہے کہ وہ انہیں اس کا حکم دیں، جیسے وہ انہیں نماز کا حکم دیتے ہیں۔پس جب وہ بالغ ہو جائیں (حلم کو پہنچ جائیں) تو ان پر روزہ فرض ہو جاتا ہے اور اگر وہ دن کے دوران یعنی روزے کی حالت میں بالغ ہو جائیں، تو اس دن کا روزہ ان کے لئے کافی ہوگا۔

چنانچہ اگر کوئی بچہ زوال کے وقت اپنے پندرہ سال مکمل کر لے، اور وہ روزے سے ہو، تو اس دن کا روزہ اس کے لیے کافی یا معتبر ہوگا۔ لہذا اس دن کے پہلے حصے میں روزہ نفل میں شمار ہوگا اور زوال کے وقت سے فرض میں شمار ہوگا۔

بشرطیہ کہ وہ اس سے پہلے بالغ نہ ہوا ہو یعنی بلوغت کی علامتیں: شرمگاہ کے گرد سخت بالوں کا اگنا (جسے "العانۃ" کہا جاتا ہے)، یا منی کا شہوت کے ساتھ خارج ہونا۔ اسی طرح لڑکیوں کا بھی یہی حکم ہے، تاہم لڑکیوں کی بلوغت کے لئے ایک اور علامت بھی ہے، جو کہ حیض (ماہواری) کا آنا ہے۔

سوال 3: مسافر کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے یا افطار کرنا؟ خاص طور پر وہ سفر جس میں کوئی مشقت نہ ہو، جیسے ہوائی جہاز یا دیگر جدید ذرائع سے سفر؟

جواب: سفر میں روزہ دار کے لیے افطار کرنا مطلق طور پر افضل ہے۔اور جو شخص روزہ رکھے تو اس پر کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عمل تھا۔

لیکن جب گرمی شدید ہو جائے اور مشقت زیادہ بڑھ جائے، تو افطار کرنے کی تاکید ہے اور مسافر کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہو جاتا ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سفر میں سخت گرمی کی وجہ سے سایہ کیا ہوا دیکھا جبکہ وہ روزے سے تھا، تو فرمایا: **"سفر میں روزہ رکھنا نیکی میں شامل نہیں۔"**اور جب یہ بات حدیث سے ثابت ہو گئی، تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے، خاص طور پر جب مشقت زیادہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جیسے وہ نافرمانی کو ناپسند فرماتا ہے۔"** اور ایک اور روایت میں ہے: **"جیسے وہ پسند فرماتا ہے کہ اس کے فرائض (عزائم) پر عمل کیا جائے۔"** اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ سفر کرنے والا گاڑیوں، اونٹوں، کشتیوں، بحری جہازوں پر سفر کر رہا ہو یا ہوائی جہاز میں کیونکہ یہ سبھی سفر کے زمرے میں آتے ہیں، اور یہ سب لوگ سفری رخصتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سفر اور اقامت (مقیم) کے احکام اپنی شریعت میں مقرر کیے ہیں، جو نہ صرف نبی کریم ﷺ کے زمانے کے لیے تھے، بلکہ قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے بھی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ جانتا ہے کہ حالات بدلتے رہیں گے اور آنے والے وقت میں سفر کے وسائل مختلف ہوں گے۔

اگر حکم بدلنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں فرمایا: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ (النحل: 89) ترجمہ: **"اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔"** **اور فرمایا:**

﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل:8)، ترجمہ: **"گھوڑوں کو، خچروں کو گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں اور بھی ایسی بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں"۔**

سوال 4: رمضان کے مہینے کے آغاز اور اختتام کا ثبوت کس طرح ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی شخص چاند کو خود دیکھ لے، چاہے وہ رمضان کے آغاز کا ہو یا اختتام کا، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: رمضان کے مہینے کا آغاز اور اختتام دو یا زیادہ عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے، جبکہ رمضان کا آغاز صرف ایک گواہ کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" **:اگر دو**

گواہ گواہی دیں، تو روزہ رکھو اور روزہ ختم کرو۔" اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی گواہی پر روزہ رکھنے کا حکم دیا، اور ایک دیہاتی کی گواہی پر بھی روزے کا حکم دیا، اور کسی دوسرے گواہ کا مطالبہ نہیں کیا۔

اس کی حکمت، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، جیسا کہ اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ رمضان کے آغاز اور اختتام میں دین کے معاملے میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ عبادات صحیح وقت پر ادا کی جاسکیں، اور اگر کوئی اکیلا شخص مہینے کے آغاز یا اختتام کے لیے چاند دیکھ لے لیکن اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، تو وہ لوگوں کے ساتھ ہی روزہ رکھے گا اور ان کے ساتھ ہی افطار کرے گا، اور اپنی ذاتی گواہی پر عمل نہیں کرے گا۔اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: **"روزہ اس دن ہے جب لوگ روزہ رکھیں، افطار اس دن ہے جب لوگ افطار کریں، اور قربانی اس دن ہے جب لوگ قربانی کریں۔"** اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

سوال 5 :اگر مختلف علاقوں میں چاند دیکھنے کے اوقات مختلف (مطالع) ہوں تو لوگ کس طرح روزہ رکھیں؟ اور کیا دور دراز کے ممالک جیسے امریکہ اور آسٹریلیا کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ سعودی عرب میں چاند دیکھنے کی بنیاد پر روزہ رکھیں، جبکہ وہاں چاند نظر نہیں آیا؟

جواب: صحیح بات یہی ہے کہ چاند دیکھنے پر اعتماد کیا جائے اور اس معاملے میں مختلف علاقوں میں چاند نظر آنے کے فرق کو نظر انداز کیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے چاند دیکھنے کو بنیاد بنانے کا حکم دیا اور اس میں کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے صحیح حدیث میں منقول ہے: **"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اور اگر بادلوں کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو مہینہ مکمل تیس دن کر لو۔"** (متفق علیہ)، نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے" **:جب تک چاند نہ دیکھو، روزہ نہ رکھو، یا مہینہ مکمل کرو اور جب تک چاند نہ دیکھو، افطار نہ کرو، یا مہینہ مکمل کرو۔"** اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں، اور نبی ﷺ نے مختلف علاقوں میں چاند نظر آنے کے فرق (مطالع کے اختلاف) کا کوئی ذکر نہیں کیا، حالانکہ آپ ﷺ کو اس کا علم تھا۔البتہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر مطالع مختلف ہوں تو ہر علاقے کے لیے چاند دیکھنے (رویت) کا اپنا وقت معتبر ہوگا ، اور اس پر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت روایت کو دلیل بنایا ہے کہ انہوں نے اہل شام کی چاند دیکھنے کی گواہی پر عمل نہیں کیا ، حالانکہ وہ خود مدینہ منورہ میں تھے۔واقعہ یہ تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اہل شام نے جمعہ کی رات چاند دیکھا اور روزہ رکھا۔ جبکہ اہل مدینہ نے چاند ہفتے کی رات دیکھا، تو جب کُرَیب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اہل شام کی رویت اور ان کے روزے کے بارے میں بتایا، تو انہوں نے فرمایا": ہم نے چاند ہفتے کی رات دیکھا، لہٰذا ہم اسی کے مطابق روزہ رکھیں گے اور افطار کریں گے، یا

پھر تیس دن مکمل کریں گے۔"انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث **"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو "**کو بطور دلیل پیش کیا۔

یہ ایک مضبوط موقف ہے، اور مملکتِ سعودی عربیہ کی مجلسِ کبار العلماء کے اراکین نے دلائل میں تطبیق کے طور پر اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

سوال 6: جو لوگ ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں دن کا دورانیہ 21 گھنٹے تک طویل ہو، وہ روزے کے لیے کیا کریں؟ اور وہ لوگ جو ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں دن چھوٹا ہو یا دن چھ مہینے کا اور رات چھ مہینے کی ہو، وہ کیا کریں؟

جواب: جن کے ہاں دن اور رات چوبیس گھنٹوں میں مکمل ہو جاتے ہیں، وہ دن میں روزہ رکھیں گے، چاہے دن لمبا ہو یا چھوٹا، اور یہ ان کے لیے کافی ہوگا، الحمدللہ۔

لیکن جن کے ہاں دن یا رات کا دورانیہ چھ مہینے کا ہو، وہ نماز اور روزے کے اوقات کا اندازہ لگائیں گے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے دجال کے زمانے میں آنے والے اس دن کے بارے میں حکم دیا جو ایک سال کے برابر ہوگا، اسی طرح اس دن کے بارے میں بھی جو ایک مہینے یا ایک ہفتے کے برابر ہوگا، کہ نمازوں کے اوقات کا اندازہ لگا کر انہیں مقرر کیا جائے۔

سعودی عرب میں کبار علماء کی مجلس نے اس مسئلے پر غور کیا اور فیصلہ نمبر 61، بتاریخ 1398/4/12 ہجری جاری کیا، جس کا متن درج ذیل ہے:

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ وصحبہ، وبعد:

رابطۂ عالِمِ اسلامی، مکہ مکرمہ کے معالی سیکرٹری جنرل کا خط نمبر 555، مؤرخہ 1398/1/16 ہجری موصول ہوا، جس میں مالو (Malmö) شہر، سویڈن میں رابطۂ جمعیاتِ اسلامیہ نے یہ مسئلہ پوچھا ہے۔

اس خط میں ذکر کیا گیا کہ اسکینڈینیوین(Scandinavian) ممالک میں دن گرمیوں میں بہت طویل اور سردیوں میں بہت مختصر ہوتا ہے، کیونکہ ان ممالک کا جغرافیائی محلِ وقوع ایسا ہے کہ شمالی علاقوں میں گرمیوں میں سورج بالکل غروب نہیں ہوتا، اور سردیوں میں بالکل طلوع نہیں ہوتا۔ ان ممالک میں رہنے والے مسلمان یہ دریافت کرتے ہیں کہ رمضان میں افطار اور سحری کا وقت کیسے متعین کیا جائے، اور ان علاقوں میں نمازوں کے اوقات کا تعین کس طرح کیا

جائے؟ لہذا معالی سیکرٹری جنرل نے اس معاملے پر فتویٰ جاری کرنے کی درخواست کی ہے تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو اس حوالے سے رہنمائی فراہم کی جا سکے

یہ معاملہ مجلس کے سامنے بھی پیش کیا گیا، جس میں مستقل کمیٹی دارالافتاء اور علمی تحقیقات کے شعبے کی جانب سے کی تیار کردہ رپورٹ شامل تھی، اور اس میں فقہاء کی آراء بھی ذکر کی گئی تھیں۔ مطالعہ، تحقیق اور بحث و مباحثے کے بعد مجلس نے درج ذیل فیصلہ کیا

سب سے پہلے : جو لوگ ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جہاں دن اور رات میں فرق موجود ہو، جہاں سورج طلوع اور غروب ہوتا ہو، لیکن گرمیوں میں دن بہت لمبا ہو،اور سردیوں میں دن بہت چھوٹا ہو، تو ان پر لازم ہے کہ وہ پانچ نمازیں اپنے مقررہ شرعی اوقات میں ادا کریں، **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:** {أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا} [الإسراء: 78] **ترجمہ: "نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تک، اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی۔ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا"، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:** {إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا} [النساء: 103] **ترجمہ: "یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے"** بریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **"ہمارے ساتھ دو دن نماز پڑھو۔** "یعنی دو دن تک عمل کر کے سیکھو، جب سورج زوال پر تھا (یعنی دوپہر کے وقت)، تو آپ ﷺ نے بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، اور پھر ظہر کی اقامت کا حکم دیا، پھر جب سورج بلند اور روشن تھا، تو عصر کی اقامت کا حکم دیا، پھر جب سورج غروب ہوا، تو مغرب کی اقامت کا حکم دیا، پھر جب شفق (غروب کے بعد کی سرخی) ختم ہو گئی، تو عشاء کی اقامت کا حکم دیا، پھر جب فجر طلوع ہوئی، تو فجر کی اقامت کا حکم دیا، دوسرے دن سورج بلند تھا، لیکن آپ ﷺ نے ظہر کو موخر کیا، یعنی کچھ تاخیر کی۔ پھر عصر اس وقت ادا کی جب وقت کا آخری حصہ تھا، مغرب اس وقت پڑھی جب شفق غروب ہونے کے قریب تھا اور عشاء اس وقت ادا کی جب رات کا تہائی حصہ گزر چکا تھا۔ فجر کی نماز بھی تاخیر سے ادا کی، یہاں تک کہ روشنی پھیل گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص کہاں ہے جس نے نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا تھا؟" تو ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں ہوں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: **"تمہاری نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے جو تم نے دیکھے"۔** (روایت: بخاری و مسلم)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"ظہر کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج زوال کو پہنچ جائے، اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے اور عصر کا وقت داخل نہ ہو جائے۔ عصر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک سورج زرد (پیلا) نہ ہو جائے۔ مغرب کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق (غروب کے بعد کی سرخی) غائب نہ ہو جائے۔ عشاء کا وقت نصف شب تک**

ہے۔ **صبح (فجر) کی نماز کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر سورج نکلنے تک ہے۔ جب سورج طلوع ہونے لگے تو نماز سے رُک جاؤ، کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔"** اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، علاوہ ازیں دیگر احادیث بھی آئی ہیں جو پانچوں نمازوں کے اوقات کو قولاً اور فعلاً بیان کرتی ہیں، اور نماز کے اوقات کے تعین میں دن کے لمبے یا چھوٹے ہونے، یا رات کے لمبے یا چھوٹے ہونے کا کوئی فرق نہیں پڑتا، جب تک کہ نمازوں کے اوقات وہی علامتوں (نشانیوں) سے پہچانے جاتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی ہیں، یہ تو نمازوں کے اوقات کے تعین کے بارے میں تھا، جہاں تک رمضان کے روزے کے اوقات کے تعین کا تعلق ہے، تو مکلف افراد (یعنی بالغ اور ذمہ دار مسلمانوں) پر لازم ہے کہ وہ ہر دن طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے اور دیگر تمام روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکیں، چاہے وہ کسی بھی ملک میں ہوں، جب تک کہ ان کے ملک میں دن اور رات ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور ان دونوں کا مجموعی وقت 24 گھنٹے ہو۔ لہذا، رات کے وقت ان کے لیے کھانا، پینا، بیوی سے تعلق قائم کرنا اور دیگر جائز امور مباح ہوں گے، خواہ رات کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، کیونکہ اسلام کی شریعت تمام انسانوں کے لیے ہر ملک اور ہر زمانے میں عام اور نافذ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (سورة البقرة: 187)، **ترجمہ: اور تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔"**

جو شخص کسی طویل دن کے روزے کو مکمل کرنے سے عاجز ہو، اور اسے یقین ہو یا کسی ماہر دیانت دار طبیب کی رائے ہو، یا غالب گمان ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا، یا اس کا مرض شدید ہو جائے گا، یا بیماری میں اضافہ ہو گا، یا شفا میں تاخیر ہوگی، تو ایسے شخص کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ پھر بعد میں، جب وہ کسی اور مہینے میں روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے، تو چھوڑے ہوئے دنوں کی قضا کرے، **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:** ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (سورة البقرة: 185)، *ترجمہ:"پس جو شخص تم میں سے اس مہینے کو پائے تو وہ اس میں روزہ رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں قضا کرے۔"* **اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:** ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾، (سورة البقرة: 286)، ترجمہ: **"اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔" نیز فرمایا:** ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:78)، **ترجمہ: "اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔"**

دوسرا مسئلہ: جو شخص ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں گرمیوں میں سورج غروب نہ ہوتا ہو، یا سردیوں میں سورج طلوع نہ ہوتا ہو، یا ایسے ملک میں ہو جہاں دن چھ ماہ تک جاری رہتا ہو اور رات بھی چھ ماہ تک رہتی ہو، تو ان پر لازم ہے کہ وہ 24

گھنٹوں میں پانچوں نمازیں ادا کریں۔ انہیں چاہیے کہ نمازوں کے اوقات کا اندازہ لگائیں، اور انہیں چاہیے کہ نمازوں کے اوقات اپنے قریب ترین ایسے ملک کے مطابق طے کریں، جہاں دن اور رات واضح طور پر الگ الگ ہوں اور ہر نماز کا وقت متعین ہو، جیسا کہ حدیثِ اسراء و معراج میں ثابت ہے ، کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں اس امت پر ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں ، لیکن نبی کریم ﷺ بار بار اپنے رب سے تخفیف (کمی) کی درخواست کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' اے محمد! یہ پانچ نمازیں ہر دن اور رات میں فرض ہیں، اور ہر نماز کا ثواب دس گنا ہے، تو یہ درحقیقت پچاس نمازوں کے برابر ہیں...''، اور جیسا کہ حدیثِ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ میں ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:'' ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، وہ نجد کے رہنے والوں میں سے تھا، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم صرف اس کی آواز سن رہے تھے، لیکن وہ کیا کہہ رہا تھا ہمیں سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچا، تو اس نے اسلام کے بارے میں سوال کیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' :ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔''

اس نے پوچھا'' :کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض ہے؟''آپ ﷺ نے فرمایا'' :نہیں، مگر یہ کہ تم نفل (نفلی عبادت) ادا کرو...'' اور جیسا کہ حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں ثابت ہے، انہوں نے فرمایا:''ہمیں اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کریں۔ اس لیے ہمیں یہ پسند تھا کہ کوئی عقل مند بدو (دیہاتی عرب) آئے اور سوال کرے، تاکہ ہم بھی سن سکیں - پھر ایک دیہاتی شخص آیا اور کہنے لگا : اے محمد! (ﷺ) ہمارے پاس آپ کے قاصد آئے، اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا'' :ہاں، یہ سچ ہے...''پھر اس نے کہا'' :اور آپ کے قاصد نے دعویٰ کیا کہ اللہ نے ہم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں؟''آپ ﷺ نے فرمایا'' :ہاں، یہ سچ ہے۔''پھر اس نے کہا'' :پس، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا واقعی اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''آپ ﷺ نے فرمایا'' :ہاں...''

اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو دجال کے فتنے کے بارے میں بتایا، تو انہوں نے پوچھا'' :**وہ زمین پر کتنے دن رہے گا؟''آپ ﷺ نے فرمایا'' :چالیس دن، جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا، ایک دن جمعہ (ہفتے) کے برابر ہوگا، اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے۔''**

تو صحابہ نے عرض کیا'' :یا رسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا، کیا ہمیں اس میں ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:**''نہیں، بلکہ تم اس کا وقت خود اندازے سے مقرر کرو''** تو وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا، اسے محض ایک عام دن تصور نہیں کیا جائے گا، جس میں صرف پانچ نمازیں کافی ہوں۔ بلکہ اس دن میں بھی ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں فرض ہوں گی، اور انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ ان نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں تقسیم کریں، ان وقتوں کے تناسب کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ان کے ملک میں عام دنوں میں نمازوں کے درمیان ہوتے ہیں ۔

لہذا، ان ممالک کے مسلمانوں پر لازم ہے جہاں نمازوں کے اوقات کے تعین میں مسئلہ پیش آتا ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے اوقات اس قریبی ملک کے مطابق طے کریں جہاں دن اور رات واضح طور پر ایک دوسرے سے فرق کیا جاسکتا ہے ، اور جہاں ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کے اوقات ان کی شرعی علامتوں کے ذریعے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح ان پر رمضان کے روزے رکھنا بھی لازم ہے، اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنے علاقے میں روزے کے اوقات کا تعین کرنے کے لیے رمضان کے آغاز اور اختتام کا حساب لگائیں۔ ہر دن کے سحری (کھانے پینے سے رکنے) اور افطار (روزہ کھولنے) کے وقت کا تعین بھی اسی اصول کے مطابق کیا جائے، یعنی فجر کے طلوع اور سورج کے غروب کے مطابق روزہ رکھا اور کھولا جائے۔اگر وہ ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں دن اور رات کی واضح تقسیم نہیں ہوتی، تو انہیں اپنے قریب ترین ایسے ملک کے اوقات کو اختیار کرنا چاہیے، جہاں دن اور رات ایک دوسرے سے واضح طور پر الگ ہوں، اور دن اور رات کا مجموعہ چوبیس گھنٹے پر مشتمل ہو، یہ اس اصول پر مبنی ہے جو حدیث میں ثابت ہے، جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو دجال کے فتنے کے بارے میں آگاہ کیا اور انہیں طویل دن میں نمازوں کے اوقات کے تعین کا طریقہ بتایا، لہذا، نماز اور روزے کے وقت کے تعین میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، اور اللہ کے نبی محمد ﷺ، ان کے آل و اصحاب پر درود و سلام ہو۔ **جاری کردہ: مجلس کبار العلماء**

س 7: کیا سحری کے وقت ہمیں جیسے ہی فجر کی اذان شروع ہو کھانے پینے سے رک جانا چاہیے، یا ہم اس وقت تک کھا پی سکتے ہیں جب تک مؤذن اپنی اذان مکمل نہ کر لے؟

اگر موذن معروف اور معتبر ہو اور وہ صرف فجر کے یقینی داخل ہونے پر اذان دیتا ہو، تو جیسے ہی وہ اذان دے، کھانے، پینے اور دیگر تمام روزہ توڑنے والی چیزوں سے رک جانا لازم ہے۔لیکن اگر اذان کا وقت اندازے اور تقویم (کیلنڈر) پر مبنی ہو، اور مکمل یقین نہ ہو کہ فجر کا وقت داخل ہو چکا ہے، تو اذان کے دوران کھانے یا پینے میں کوئی حرج نہیں۔

اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال رات میں اذان دیتے ہیں، لہذا تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابنِ ام مکتوم اذان دیں۔" راوی اس حدیث کے آخر میں کہتے ہیں کہ" :ابنِ ام مکتوم نابینا تھے، اور وہ اس وقت تک اذان نہ دیتے جب تک ان سے کہا نہ جاتا: صبح ہو گئی، صبح ہو گئی۔"متفق علیہ: بخاری و مسلم

مومن مرد و عورت کے لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وہ فجر سے پہلے سحری مکمل کر لیں، تاکہ شک و شبہ سے بچا جا سکے۔

اس پر نبی کریم ﷺ کا فرمان دلالت کرتا ہے: **"اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے، اور اس پر عمل کرو جو تمہیں یقین دے۔"** اور آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: **"جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کر**

لی۔" لیکن اگر کسی کو معلوم ہو کہ موذن رات میں اذان دے رہا ہے تاکہ لوگوں کو فجر کے قریب ہونے کا انتباہ دے، جیسے بلالؓ کی اذان، تو اس وقت کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، یہاں تک کہ وہ موذن اذان دے جو حقیقی فجر کے وقت اذان دیتا ہو۔یہی حدیث کے مطابق صحیح عمل ہے۔

سوال 8: کیا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے؟ اور اگر وہ روزہ نہ رکھیں تو کیا ان پر صرف قضا واجب ہوگی، یا انہیں کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا؟

اگر حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ رکھنا مشقت کا باعث ہو، تو ان کے لیے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن بعد میں جب وہ استطاعت رکھیں تو قضا لازم ہوگی، جیسے بیمار شخص پر لازم ہوتی ہے۔

بعض اہلِ علم کی رائے ہے کہ ان دونوں کے لیے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا کافی ہوگا، لیکن یہ قول ضعیف (کمزور) اور مرجوح ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان پر قضا لازم ہے، جیسے مسافر اور بیمار پر قضا واجب ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ **(البقرہ:184)، ترجمہ:"پس جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو، تو اسے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی چاہیے"**

اس پر حضرت انس بن مالک الکعبی کی حدیث بھی دلیل ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے بھی روزے میں رخصت دی ہے۔ "(روایت: ائمہ خمسہ یعنی ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور احمد)

سوال 9: آپ کی کیا رائے ہے ان لوگوں کے بارے میں جنہیں روزہ چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے، جیسے بوڑھے افراد، کمزور ضعیف لوگ، یا وہ بیمار افراد جن کے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو، کیا ان پر روزہ نہ رکھنے کے بدلے فدیہ دینا لازم ہے؟

جواب: جو شخص بوڑھا ہونے کی وجہ سے یا ایسی بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو جس کی شفایابی کی امید نہ ہو، تو اس پر لازم ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، بشرطیکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو۔یہی صحابہ کرام کی ایک جماعت، خصوصاً ابن عباسؓ کے فتویٰ کے مطابق ہے۔

سوال 10: حیض اور نفاس والی عورت کے لیے روزے کا کیا حکم ہے اور اگر وہ اپنی قضا روزے کیے بغیر اگلے رمضان تک پہنچ جائیں، تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

جواب: حیض اور نفاس والی عورت کو ان ایام میں روزہ چھوڑنا ضروری ہے، کیونکہ ان حالات میں روزہ اور نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ ان پر روزے کی قضا واجب ہے مگر نماز کی نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے

ان سے پوچھا: کیا حائضہ عورت پر روزے اور نماز کی قضا لازم ہے؟" تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ہمیں (نبی کریم ﷺ کے زمانے میں) روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ "(روایت: بخاری و مسلم)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات پر علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت پر روزے کی قضا لازم ہے، لیکن نماز کی قضا لازم نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عورتوں کے لیے رحمت اور سہولت ہے، کیونکہ نماز دن میں پانچ مرتبہ ہے، اور اگر اس کی قضا لازم ہوتی تو یہ بہت مشقت کا باعث بنتی۔ لیکن رمضان کے روزے سال میں صرف ایک بار فرض ہوتے ہیں اس لیے اس کی قضا ان پر زیادہ مشقت کا باعث نہیں بنتی، اگر بلا کسی شرعی عذر کے اپنے قضا کے روزے لگلے رمضان کے بعد تک موخر(تاخیر) کر دے تو اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا لازم ہے اور چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرنا واجب ہے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی ہوگا۔

یہی حکم مسافر اور بیمار شخص کا بھی ہے اگر کسی مسافر یا بیمار نے قضا کے روزے بغیر کسی شرعي عذر کے لگلے رمضان کے بعد تک موخر(تاخیر) کر دیے تو ان پر بھی توبہ روزے کی قضا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا(فدیہ) لازم ہوگا، لیکن اگر کسی شخص کا سفر یا بیماری لگلے رمضان تک جاری رہی اور اسی وجہ سے وہ قضا نہیں کر سکا تو اس پر صرف روزوں کی قضا لازم ہوگی فدیہ نہیں دینا ہوگا جب وہ بیماری سے صحتیاب ہو جائے یا سفر سے واپس آ جائے تو اپنے روزے مکمل کرے۔

سوال 11: اگر کسی شخص کے ذمے رمضان کے قضا روزے باقی ہوں تو کیا وہ نفلی روزے (جیسے شوال کے چھ روزے، ذی الحجہ کے دس دن، یا عاشوراء کا روزہ) رکھ سکتا ہے؟

جواب: جس شخص پر رمضان کے قضا روزے باقی ہوں، اس پر واجب ہے کہ اسے پہلے قضا کے روزے رکھنے چاہئیں، کیونکہ فرض روزہ نفل سے زیادہ اہم ہے۔یہی اہلِ علم کی صحیح ترین رائے ہے کہ فرض عبادات کو نفل پر مقدم کرنا ضروری ہے۔

سوال 12: اگر کوئی شخص بیمار ہو اور رمضان آ جائے، مگر وہ بیماری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے، پھر وہ رمضان کے بعد فوت ہو جائے، تو کیا اس کے روزوں کی قضا کی جائے گی یا اس کی طرف سے فدیہ دیا جائے گا؟

جواب: اگر کوئی مسلمان بیماری کی حالت میں رمضان کے بعد وفات پا جائے، تو اس پر نہ روزوں کی قضا لازم ہے اور نہ ہی فدیہ (مسکین کو کھانا دینا)، کیونکہ وہ شرعی طور پر معذور (صاحب عذر) تھا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں فوت ہو جائے، یا سفر سے واپس آتے ہی وفات پا جائے، تو اس پر بھی روزے کی قضا یا فدیہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بھی شرعی طور پر معذور(صاحب عذر) تھا۔

لیکن اگر کوئی شخص بیماری کے بعد صحت یاب ہو گیا تھا، اور اس کے باوجود روزے کی قضا میں لاپرواہی کرتا رہا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، یا کوئی مسافر سفر سے واپس آگیا تھا مگر پھر بھی قضا نہیں کی، تو اب اس کے ولی (قریبی رشتہ دار) کو اس کی طرف سے قضا کرنی چاہیے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔" (متفق علیہ – صحیح بخاری و مسلم)، لیکن اگر ولی کے لیے روزے رکھنا ممکن نہ ہو تو ان کی چھوڑی ہوئی جائیداد (ترکہ) سے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع (تقریباً 1.5 کلو) کھانا کھلایا جائے۔ یہی حکم بوڑھے افراد جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو، اور وہ بیمار لوگ جن کے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو پر بھی لاگو ہوتا ہے ۔ جیسا کہ سوال نمبر 9 کے جواب میں وضاحت کی گئی۔

اسی طرح اگر حیض یا نفاس والی عورت قضا کے روزوں میں تاخیر کرتی رہی یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئی، تو اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، بشرطیکہ کوئی اس کے بدلے روزے نہ رکھ سکے۔

اگر اس کے پاس کوئی ترکہ (چھوڑی ہوئی جائیداد) موجود ہو، تو اس میں سے فدیہ (کھانے کی مقدار) ادا کی جائے گی۔

لیکن اگر کوئی ترکہ موجود نہ ہو، تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: 286)، **ترجمہ: "اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔"** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: 16)، **ترجمہ: "پس اللہ سے ڈرو جتنا تم استطاعت رکھتے ہو"۔**

سوال 13: ورید (نس) میں لگائے جانے والے انجکشن اور پٹھے میں لگائے جانے والے انجکشن کا کیا حکم ہے؟ نیز ان دونوں میں کیا فرق ہے، اور یہ روزے پر کیا اثر ڈالتے ہیں؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ ورید (نس) اور پٹھے میں لگنے والے عام انجکشن روزہ نہیں توڑتے کیونکہ یہ غذائیت فراہم نہیں کرتے، البتہ وہ انجکشن جو جسم کو خاص غذا یا توانائی پہنچاتے ہیں (جیسے گلوکوز اور غذائی محلول)، وہ روزہ توڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح بلڈ ٹیسٹ کے لیے خون نکالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ حجامہ (پچھنے لگوانے) کے حکم میں نہیں آتا۔

جہاں تک حجامہ کا تعلق ہے، تو اس سے حجامہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ نبی ﷺ کے اس قول کی بنیاد پر ہے: **"حجامہ کرنے والا اور حجامہ کروانے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔"**

سوال 14: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (معجون الأسنان) استعمال کرنے، کان میں قطرے ڈالنے، ناک میں قطرے ڈالنے اور آنکھ میں قطرے ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر روزہ دار کو ان میں سے کسی کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (معجون الأسنان) سے دانت صاف کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ مسواک کی طرح ہے، لیکن روزہ دار کو احتیاط کرنی چاہیے کہ اس کا کچھ حصہ حلق یا معدے میں نہ جائے۔ اگر بغیر ارادے کے کچھ اندر چلا جائے تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی۔

- آنکھ اور کان میں قطرے ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور یہی علماء کے صحیح اقوال میں سے ہے، اگر روزے دار کو قطروں کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو قضا احتیاطاً بہتر ہے لیکن واجب نہیں کیونکہ یہ دونوں کھانے اور پینے کے راستے نہیں ہیں - ناک میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ سکتا ہے، کیونکہ ناک ایک ایسا راستہ ہے جو معدے تک پہنچتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"وضو میں ناک میں پانی چڑھاؤ، مگر روزے کی حالت میں مبالغہ نہ کرو۔"** (ابو داود، ترمذی)

لہذا، ناک میں دوا یا قطرے ڈالنا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی روزہ دار ایسا کرے اور حلق میں اس کا اثر محسوس ہو، تو اس پر قضا لازم ہوگی۔

سوال 15: اگر کسی شخص کو دانت میں درد ہو اور وہ ڈاکٹر کے پاس جائے، اور ڈاکٹر اس کے دانت کی صفائی کرے، بھرائی (فلنگ) کرے یا دانت نکال دے، تو کیا یہ اس کے روزے پر اثر ڈالے گا؟ اور اگر ڈاکٹر اس کے دانت کو سن کرنے کے لیے انجکشن (Anesthesia) دے تو کیا اس کا روزے پر کوئی اثر ہوگا؟

جواب: سوال میں ذکر کردہ کسی بھی چیز سے روزہ متاثر نہیں ہوتا، بلکہ یہ معاف ہیں، بشرطیکہ روزہ دار احتیاط کرے کہ کوئی دوا یا خون حلق میں نہ جائے۔ اسی طرح مذکورہ انجکشن کا بھی روزے کی صحت پر کوئی اثر نہیں، کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں نہیں آتا۔

بنیادی اصول یہ ہے کہ روزہ صحیح اور محفوظ رہتا ہے، جب تک کہ کوئی چیز کھانے پینے کے دائرے میں نہ آئے۔

سوال 16: اگر کوئی شخص بھول کر دن کے وقت رمضان میں کچھ کھا پی لے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص بھول کر دن کے وقت رمضان میں کچھ کھا پی لے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس کا روزہ صحیح رہے گا، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے آخر میں فرمایا: **{رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا} [البقرة: 286]**، ترجمہ: **"اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہماری گرفت نہ کر۔"** اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے قبول کر لیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا یا پی لے، تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے، کیونکہ اللہ نے اسے کھلایا اور پلایا۔"** (صحیح بخاری و مسلم)۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بھول کر روزے کی حالت میں ہمبستری (Intercourse) کر لے، تو اس کا روزہ صحیح رہے گا، یہ علماء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین قول ہے، کیونکہ یہ قرآن کی آیت اور اس حدیث شریف کی بنیاد پر ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"جو شخص رمضان میں بھول کر روزہ توڑ دے، تو اس پر نہ قضا ہے اور نہ کفارہ۔"**

(اسے حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔)، اس حدیث کے الفاظ ہمبستری اور دیگر تمام مفطرات کے بارے میں ہے، اگر روزہ دار انہیں بھول کر کر لے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل اور احسان میں سے ہے، پس اسی کے لیے حمد و شکر ہے

سوال 17 :اگر کسی شخص نے رمضان کے روزوں کی قضا نہیں کی یہاں تک کہ اگلا رمضان شروع ہو گیا اور اس کے پاس کوئی شرعی عذر نہیں تھا، تو کیا توبہ اور قضا کافی ہے، یا اس پر کفارہ بھی لازم ہے؟

جواب: اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور ہر دن کے بدلے قضا کے ساتھ ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے، جو کہ نصف صاع ہے۔ یہ نصف صاع نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ملک کے عمومی کھانے سے ہونا چاہیے، چاہے وہ کھجور ہو، جَو ہو، گیہوں ہو یا چاول وغیرہ۔ اس کا اندازہ تقریباً ڈیڑھ کلو 1.5(kg) ہوگا، جو احتیاطی طور پر لیا جائے گا۔ اس پر اس کے علاوہ کوئی کفارہ لازم نہیں، جیسا کہ بعض صحابہ کرام، جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما شامل ہیں، نے اس کا فتویٰ دیا ہے۔

لیکن اگر وہ شخص معذور(صاحب عذر) تھا، یعنی بیماری یا سفر کی وجہ سے قضا نہیں کر سکا، یا وہ عورت حاملہ تھی یا دودھ پلانے والی ماں تھی جس کے لیے روزہ رکھنا مشکل تھا، تو ان پر قضا کے سوا کچھ لازم نہیں ہوگا۔

سوال 18: جو شخص روزہ رکھتا ہے مگر نماز نہیں پڑھتا، اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس کا روزہ درست ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے، وہ اس عمل سے کفرِ اکبر کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کا روزہ اور باقی تمام عبادات درست نہیں ہوتیں، جب تک کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سچی توبہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾**(الأنعام: 88)**، **ترجمہ: "اور اگر وہ شرک کرتے، تو یقیناً ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔"**، اور اسی مفہوم کی دیگر آیات اور احادیث کی روشنی میں بعض اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ وہ اس (نماز چھوڑنے) کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا روزہ اور عبادت باطل ہوگی اگرچہ وہ نماز کے واجب ہونے کا اقرار کرتا ہو لیکن وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتا ہو اور صحیح بات پہلا قول ہی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑے، چاہے وہ اس کے فرض ہونے کا اقرار ہی کیوں نہ کرے، وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس بات پر بہت سی دلیلیں ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: **"آدمی اور کفر و شرک کے درمیان حد فاصل (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے"** اسے مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، اور نبی ﷺ کے اس فرمان کی بنیاد پر: **"ہمارے اور ان کے درمیان عہد نماز ہے، تو جس نے اسے چھوڑ دیا، وہ کافر ہو گیا۔"** (اسے امام احمد اور اہلِ سننِ اربعہ نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے)، اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو تفصیل سے ایک مستقل رسالے میں بیان کیا ہے جس کا موضوع نماز اور اس کے ترک کے احکام ہیں۔ یہ ایک مفید مقالہ ہے اور اسکا معلومات اس کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا۔

سوال 19: رمضان میں بغیر کسی عذر کے روزہ چھوڑنے کا کیا حکم ہے جبکہ وہ اس کے فرض ہونے کا انکار نہ کرے؟ اور اگر کوئی شخص بار بار سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو کیا یہ اسے اسلام سے خارج کر دیتا ہے؟

جواب: جو شخص رمضان میں بغیر کسی شرعی عذر کے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے، تو وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ تاہم، علماء کے صحیح ترین اقوال کے مطابق وہ اس عمل سے کافر نہیں ہوتا۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف توبہ کرے اور قضا کرے، اور بہت سے دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص روزے کو فرض مانتے ہوئے سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے چھوڑ دے، تو یہ کفر اکبر نہیں ہوگا اور اگر اس نے قضا کو بغیر کسی شرعی عذر کے اگلے رمضان تک موخر کر دیا، تو اس پر ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہوگا، جیسا کہ سوال نمبر 17 کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص زکوٰۃ اور حج کو فرض مانتے ہوئے، استطاعت کے باوجود ادا نہ کرے، تو وہ اس عمل کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا اور اس پر پچھلے سالوں کی چھوڑی ہوئی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، اور ساتھ ہی خالص توبہ کے ساتھ حج بھی ادا کرنا ضروری ہے، عام شرعی دلائل اس بات پر دلالت کرتیں ہیں کہ اگر وہ ان کے وجوب کا انکار نہ کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور اس میں سے ایک دلیل وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو قیامت کے دن اس کے مال سے عذاب دیا جائے گا، پھر اسے اس کا راستہ دکھایا جائے گا، خواہ جنت کی طرف ہو یا جہنم کی طرف۔

سوال 20: اگر کوئی عورت رمضان میں دن کے دوران حیض سے پاک ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح ترین قول کے مطابق، اگر کوئی عورت رمضان میں دن کے دوران حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر اسی وقت کھانے پینے سے رک جانا لازم ہوگا، کیونکہ اس کا شرعی عذر ختم ہو چکا ہے، اور بعد میں اس دن کی قضا کرنا بھی ضروری ہوگا۔ جیسا کہ جمہور علماء کا قول ہے کہ اگر دن کے دوران رمضان کا چاند نظر آنے کی تصدیق ہو جائے، تو مسلمان دن کے باقی حصے میں روزہ رکھیں گے (کھانے پینے سے رکیں گے) اور اس دن کی قضا کریں گے۔ اسی طرح اگر کوئی مسافر رمضان کے دورانِ دن میں اپنے شہر واپس آ جائے، تو صحیح قول کے مطابق اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، کیونکہ اب اس کا سفر ختم ہو چکا ہے، اور بعد میں اس دن کی قضا بھی لازم ہوگی۔

سوال 21: اگر روزے دار کے جسم سے خون نکل آئے، جیسے نکسیر (رعاف) یا دیگر وجوہات سے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا روزے دار کے لیے خون کا عطیہ دینا یا خون ٹیسٹ کے لیے نکالنا جائز ہے؟

جواب: اگر روزے دار کے جسم سے خون نکل آئے، جیسے نکسیر (رعاف) یا استحاضہ (ایام حیض کے علاوہ جاری رہنے والا خون) وغیرہ، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ البتہ حیض، نفاس، اور حجامہ (پچھنے لگوانا) روزے کو توڑ دیتے ہیں۔

روزے دار کے لیے ضرورت کے تحت خون ٹیسٹ کروانا جائز ہے، اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیکن خون کا عطیہ دینا (Blood Donation) احتیاط یہی ہے کہ اسے افطار کے بعد دیا جائے، کیونکہ اکثر حالات میں زیادہ خون نکالا جاتا ہے جو حجامہ سے مشابہت رکھتا ہے والله ولي التوفيق.

سوال 22: اگر کوئی روزے دار یہ گمان کرتے ہوئے کہ سورج غروب ہو چکا ہے کھا پی لے، یا یہ سمجھ کر کہ فجر کا وقت شروع نہیں ہوا، کھائے پیے یا جماع کرے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح قول یہ ہے کہ اس پر قضا لازم ہے، اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک جماع (Intercourse) کی صورت میں کفارہ ظہار (ایک مومن غلام کو آزاد کرنا، اگر غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو تو مسلسل 60 دن کے روزے رکھنا، اگر مسلسل روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو 60 مسکینوں کو کھانا کھلانا) بھی واجب ہوگا، تاکہ لاپرواہی کی راہ بند ہو اور روزے میں احتیاط کی جائے۔

سوال 23: جس نے ماہ رمضان کے روزے کی حالت میں جماع کرلیا اس کا کیا حکم ہے، اورکیا مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا جائز ہے؟

جواب: جس نے رمضان میں واجبی روزہ کی حالت میں بیوی سے دن کے وقت جماع (Intercourse) کرلیا اس پر کفارہ ظہار ہے (ایک غلام آزاد کرنا، اگر غلام نہ ہو تو مسلسل دوماہ کے روزے رکھنا، اوراگر اس کی استطاعت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا) اوراس کے ساتھ اس پر قضاء بھی واجب ہے اوراس کے ساتھ ساتھ اپنے کیے سے توبہ بھی کرنا ہوگی۔ لیکن اگر وہ مسافر ہو یا بیمار تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور اگر وہ دن میں جماع کرے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا البتہ اس دن کی قضا لازم ہوگی، اس لیے کہ بیمار اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا اور ہمبستری کرنا وغیرہ جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة: 185)، ترجمہ: **"پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزے پورے کرے"**، اور عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہی ہے اگر اس پر روزہ فرض تھا اور اس نے جماع کیا تو اس پر بھی کفارہ اور قضا واجب ہوگی لیکن اگر وہ سفر یا بیماری کی حالت میں تھی اور اس کے لیے روزہ رکھنا مشکل تھا تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

سوال 24: روزے کی حالت میں دمہ (Asthma) کے مریض کے لیے منہ میں اسپرے (Inhaler) استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم یہ ہے کہ یہ عمل جائز ہے اگر اس کی واقعی ضرورت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ (الأنعام: 119)، ترجمہ: **"حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کردی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کردیے جاؤ۔"** اور جیسا کہ یہ کھانے پینے کے مشابہ نہیں ہے، اس لیے اس کا حکم خون ٹیسٹ کے لیے نکالنے اور غیر غذائی انجکشن لگوانے جیسا ہے۔

سوال 25 :روزے کی حالت میں ضرورت کے تحت مقعد (پاخانے کے راستے) کے ایمنا (Enema) لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مریض کو اس کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ صحیح ترین قول کے مطابق ہے۔ یہی رائے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور بہت سے اہلِ علم کی ہے، کیونکہ یہ کھانے اور پینے کے مشابہ نہیں ہے۔

سوال 26 :اگر روزے دار کو بے اختیار قے (Vomit) آجائے، تو کیا اس پر اس دن کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر روزے دار کو بے اختیار قے (الٹی) آجائے، تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ لیکن اگر اس نے خود (جان بوجھ کر) قے کرنے کی کوشش کی تو اس پر قضا لازم ہوگی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"جسے خود بخود قے آجائے، اس پر قضا نہیں، اور جو جان بوجھ کر قے کرے، اس پر قضا لازم ہے۔"** اسے امام احمد اور اہل سنن اربعہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سوال 27 :گردے کے مریض کا خون کی تبدیلی (Dialysis) روزے کی حالت میں کرانے کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پر روزے کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟

جواب: گردے کے مریض پر روزے کی قضا لازم ہوگی، کیونکہ ڈائلیسز کے دوران اسے صاف خون واپس دیا جاتا ہے، جو جسم کو تقویت پہنچاتا ہے اور روزہ توڑنے کا سبب بنتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ کسی اور غذائی مادہ یا دوائی کا بھی اضافہ کیا جائے، تو وہ ایک اور وجہ بن جائے گی جس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

سوال 28: مرد اور عورت کے لیے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ کیا اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے؟ اعتکاف کے دوران معتکف (اعتکاف کرنے والا) کو کن کاموں میں مشغول رہنا چاہیے؟ وہ اعتکاف میں کب داخل ہو اور کب نکلے؟

جواب: اعتکاف مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنت ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ رمضان میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور آخر میں آپ ﷺ نے اپنے اعتکاف کو رمضان کے آخری عشرے میں مقرر فرما لیا۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ بعض ازواجِ مطہرات بھی اعتکاف کرتی تھیں اور آپ ﷺ کے وصال (وفات) کے بعد بھی انہوں نے اعتکاف کیا۔ اور اعتکاف صرف ان مساجد میں کیا جائے گا جہاں باجماعت نماز قائم کی جاتی ہو، اور اگر اعتکاف کے

دوران جمعہ آ رہا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے، اگر ایسا کرنا ممکن ہو۔ علماء کے صحیح ترین اقوال کے مطابق، اعتکاف کے وقت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے، اور اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، لیکن روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا افضل ہے۔ سنت یہ ہے کہ معتکف جب اعتکاف کی نیت کرے، تو اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو، اور اپنی نیت کے مطابق اعتکاف کی مدت مکمل ہونے کے بعد باہر نکلے، اور اگر کسی ضرورت کی بنا پر اعتکاف کو ختم کرنا پڑے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، کیونکہ اعتکاف سنت ہے اور اگر یہ نذر نہ ہو تو اسے شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، اور جو شخص آخری عشرے کا اعتکاف کرے، اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اکیسویں روز کی فجر کی نماز کے بعد اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اور جب آخری عشرہ مکمل ہو جائے تو اعتکاف سے باہر نکلے۔ اگر وہ اعتکاف کو درمیان میں ختم کر دے تو اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے نذر مانی ہو، تو اسے پورا کرنا لازم ہوگا، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا اور بہتر یہ ہے کہ وہ مسجد میں ایک مخصوص جگہ مقرر کرے جہاں وہ آرام کر سکے، بشرطیکہ یہ ممکن ہو۔ معتکف کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ ذکر، قرآن کی تلاوت، استغفار، دعا اور غیر ممنوعہ اوقات میں نفل نماز کی کثرت کرے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کچھ دوست اس کی ملاقات کے لیے آئیں اور اس سے گفتگو کریں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی کچھ ازواج مطہرات آپ ﷺ سے اعتکاف کے دوران ملنے آتی تھیں اور آپ ﷺ ان سے بات چیت فرمایا کرتے تھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے آئیں جب آپ ﷺ رمضان میں اعتکاف میں تھے، اور جب وہ واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ مسجد کے دروازے تک انہیں رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور نبی کریم ﷺ کا یہ عمل آپ کے کامل تواضع اور ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین درود و سلام نازل ہو۔

وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وأتباعهم بإحسان